Regd. L. No. 5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

ٹیلیفون نمبر ۲۹۷۹

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

روزنامہ

الفضل

لاہور

تار کا پتہ۔ الفضل لاہور

فی پرچہ ۱

یوم — بدھ ۲۵ شعبان ۱۳۷۳ھ

جلد ۴۳/۸ — ۲۹ ماہ شہادت ۱۳۳۳ھ ۲۹ اپریل ۱۹۵۴ء — نمبر ۳۸

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاعات

احباب اپنے پیارے امام کی صحت کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے حسب ذیل اطلاعات موصول ہوئی ہیں:۔

ربوہ ۲۶ اپریل۔ کل حضور کو ٹمپریچر دوپہر کے وقت ۹۸.۵ تھا۔ اور کچھ کمزوری محسوس ہوتی رہی۔

ربوہ ۲۷ اپریل۔ کل حضور کو ٹمپریچر ۹۸.۰۹ تک تھا۔ اس کے علاوہ علم صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک رہی۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں:

جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کیلئے یہ بات سب سے زیادہ نامناسب ہوگی کہ کشمیر کا جھگڑا طے ہونے سے پہلے وہ دوسروں کو پُرامن رہنے کے لئے کہیں

کولمبو کانفرنس میں وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی کی تقاریر

کولمبو ۲۸ اپریل۔ پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے کولمبو کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کے لئے یہ بات نامناسب اور جسارت آمیز ہوگی کہ کشمیر کا جھگڑا طے ہونے سے پہلے وہ دوسروں سے پُرامن رہنے کے لئے کہیں۔ انہوں نے کہا چھ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا۔ لیکن یہ جھگڑا ابھی تک طے نہیں ہوا۔ ابھی تک متنازعہ کے دونوں طرف پاکستان اور ہندوستان کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہیں۔ لیکن چالیس لاکھ آدمیوں کو حکومت خود اختیاری سے محروم کیا جا رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ جب تک کانفرنس میں شریک ملکوں میں جھگڑے اور تلخی کے اسباب کو دور نہ کیا جائے گا۔ یہ امید فضول ہے کہ ہم باہمی مفاہمت میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ نہ کرنیکے اعلان کے متعلق آپ نے کہا کہ اس وقت تک اس اعلان کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ جب تک دونوں ملکوں کے درمیان تلخی اور کشیدگی پیدا کرنے والے اسباب طے نہ ہو جائیں۔ اور جب تک یہ اسباب طے نہ ہو جائیں دونوں ملکوں کے عوام کو یہ یقین نہیں آ سکتا کہ وہ آئندہ میل جول سے زندگی بسر کریں گے اور جنگ کا خطرہ دور ہو گیا ہے۔

کولمبو کانفرنس کی صدارت لنکا کے وزیر اعظم سر جان کوٹلہ والا نے کی۔ آپ نے اس امر پر بحث کی کہ میں کانفرنس میں بحث کرنے کے لئے کوئی خاص تجویز پیش نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم ان بعض مسئلوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو میرے نزدیک ضروری غور و فکر کے حامل ہیں۔ ان میں سے سب سے اہم مسئلہ ہند چینی کی لڑائی کا ہے۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ جنیوا کانفرنس میں ہند چینی اور کوریا کے پُرامن تصفیوں کے لئے کوئی راہ نکل آئے گی۔ اور ہم بھی حقائق کی روشنی میں اس معاملہ پر غور کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ پانچوں وزرائے اعظم ایجنڈے میں ہند چینی کے مسئلہ کو رکھنے میں متفق ہو گئے:

تحقیقاتی رپورٹ کے نتیجہ میں کسی کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا

زبان کے مسئلہ کا تسلی بخش حل تلاش کر لیا گیا ہے۔ ملک فیروز خان نون کی پریس کانفرنس

لاہور ۲۸ اپریل۔ وزیر اعلیٰ پنجاب جناب ملک فیروز خاں نون نے کہا ہے کہ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی طرف سے جو رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر میں کسی کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ البتہ حکومت کے مختلف محکمے مختلف زاویہ ہائے نگاہ کے تحت رپورٹ کا بنظر غائر مطالعہ کریں گے۔ اور اگر کسی محکمے نے کسی سرکاری ملازم کے خلاف کارروائی کرنے کی سفارش کی تو کابینہ اس پر غور کرے گی۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا احرار کے خلاف بھی جنہیں دشمن پاکستان قرار دیا گیا ہے کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا انہیں تو پہلے ہی خلاف قانون قرار دیا جا چکا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے بتایا کہ مسلم لیگ انتخابات وغیرہ جیتنے کی خاطر کسی دوسری جماعت کے ساتھ سیاسی اتحاد کی قائل نہیں ہے۔ آپ نے مزید فرمایا۔ ویسے جہاں تک کمیونزم کے مقابلہ کا تعلق ہے۔ میں ہر ایک کے تعاون کا خواہاں ہوں۔ کیونکہ آج پاکستان کو سب سے زیادہ خطرہ ان لوگوں سے ہے جو ہیں تو کمیونسٹ لیکن اپنے کمیونسٹ ہونے کو ظاہر نہیں کرتے اور مصلحتاً کھل کر سامنے آنے سے کتراتے ہیں۔

زبان کے مسئلے کا ذکر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے بتایا کہ پاکستان مسلم لیگ اسمبلی پارٹی طویل بحث کے بعد ایک ایسا فارمولا تیار کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ جس کے متعلق کسی قدر وثوق سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسے مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں کے نمائندے منظور کر لیں گے کیونکہ اس فارمولے سے دونوں کی خواہشات بڑی حد تک پوری ہو جاتی ہیں۔ آپ نے فارمولے کی تفصیلات بتلانے سے انکار کر دیا۔ اور اس ضمن میں فرمایا جب تک فارمولے کو طرفین کے نمائندوں کی قطعی منظوری حاصل نہیں ہو جاتی میں اس کی تفصیلات بتانے کا مجاز نہیں ہوں۔

گندم کی قیمتوں کے متعلق آپ نے بتایا کہ یکم مئی سے گیہوں کی قیمت گیارہ روپے چار آنے من اور آٹے کی قیمت گیارہ روپے چودہ آنے من ہوگی۔ گندم کی فراہمی کے متعلق آپ نے بتایا کہ حکومت سوا دس روپے فی من کے حساب سے گندم خریدے گی اور اسے سارا سال اسٹاک میں رکھے گی۔ وہ اسے سوا گیارہ روپے اور ساڑھے گیارہ روپے من کے درمیان فروخت کرے گی:

قواعد وضوابط کی رو سے احمدی مسلم لیگ کے ممبر بن سکتے ہیں (فون)

لاہور ۲۸ اپریل۔ وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خاں نون نے آج پریس کانفرنس میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ آیا احمدی بھی مسلم لیگ کے ممبر بن سکتے ہیں یا نہیں فرمایا مسلم لیگ کے قواعد وضوابط کی رو سے یقیناً احمدی حضرات بھی مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کر سکتے ہیں۔ اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہ کون شخص مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے اور کون نہیں بن سکتا۔ وزیر تعلیم پنجاب چودھری علی اکبر نے فرمایا جو شخص بھی یہ کہتا ہے۔ کہ میں مسلمان ہوں اور کسی اور سیاسی جماعت کا ممبر نہیں ہوں وہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے۔

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی رپورٹ کا سرکاری طور پر اردو میں ترجمہ کرایا جائیگا

لاہور ۲۸ اپریل۔ آج ایک سوال کے جواب میں وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خاں نون نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت نے جو مفصل رپورٹ انگریزی میں پیش کی ہے حکومت سرکاری طور پر اس کا اردو میں ترجمہ کرانے کا ارادہ رکھتی ہے آپ نے مزید بتایا کہ رپورٹ کے انگریزی متن کی سر دست تین ہزار کاپیاں طبع کرائی جا رہی ہیں جو چند روز بعد ۵ روپے فی کاپی کے حساب سے دستیاب ہو سکیں گی:

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے انصاف پریس میں طبع کرا کر دفتر الفضل ۳۲ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا۔

ایڈیٹر۔ روشن دین تنویر

روزنامہ الفضل لاہور
مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۵۴ء

اشتراکی روس میں زندگی

کل ہم نے ان کالموں میں سوویٹ روس کے وزیراعظم جرجی مالنکوف کے اس بیان پر کہ اشتراکیت اور سرمایہ داری ساتھ ساتھ زندہ رہ سکتی ہیں۔ اور دونوں سسٹموں کے درمیان تجارتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگرچہ تجارتی تعلقات کے قیام سے دنیا کے امن پر کسی حد تک خوشگوار اثر پڑنے کا احتمال ہے۔ لیکن جب تک دونوں بلاکوں کے درمیان جو نظریاتی تضاد کی خلیج حائل ہے۔ اس کو نہ پاٹا جائے محض ایسے مادی مفادات پر انحصار رکھنے والے اقدامات عارضی اور مصنوعی رہیں گے۔ اور پائیدار اور حقیقی نتائج پیدا نہیں کر سکیں گے۔

اس ضمن میں ہم نے عرض کیا تھا کہ

"اشتراکی نظریہ زندگی میں ڈرنے کی چیز وہ حالت نہیں ہے۔ جو اشتراکیت دنیا میں قائم کرنا چاہتی ہے۔ بلکہ جو بات خطرناک ہے وہ اشتراکیت کا وہ جبریہ طریق کار ہے۔ جس سے وہ پرولتاریہ کو ملکی اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ یہ فساد کی جڑ ہے۔ اور مالنکوف کا یہ کہنا کہ امن پسندوں کی کوششوں سے عالمی کھچاؤ میں کمی ہو گئی ہے۔ اس وقت تک بے بنیاد ہے۔ جب تک اشتراکیت سے اس جبریہ شق کو حذف نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ وہ چیز ہے۔ جو بڑی طاقتوں کے چھوٹی اور کمزور قوموں کی لوٹ کھسوٹ سے بھی کہیں زیادہ امن عالم کو برباد کرنے والی ہے۔"

عقیدہ اور نظریہ میں "جبر و اکراہ" انسانی فطرت کے کتنا خلاف ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں فرانسیسی اور روسی انقلابات کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پھر جو حکومت اس طرح "جبر و اکراہ" کے طریق کار سے قائم ہوتی ہے۔ اس کو اپنے قیام کے لئے کس طرح اسی شیطانی چال کو چلانا پڑتا ہے۔ وہ روس کے اندرونی حالات سے جس کی جھلک کبھی کبھی دنیا کو فولادی پردہ کے اندر سے بھی نظر آ جاتی ہے۔ معلوم ہو سکتا ہے۔ جو ان لوگوں کے بیانات سے معلوم ہوتے ہیں۔ جو وہاں سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ذیل میں ہم ایک تازہ واقعہ درج کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہو گا کہ روس میں جہاں جبریہ حکومت قائم ہے۔ زندگی کس قدر تنگ ہے۔ اور اس جیلخانہ سے نکلنے کے لئے بعض لوگوں کو کتنی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ چنانچہ:-

"بون ۲۶ اپریل: یہاں اس ہنگامہ خیز واقعہ کا انکشاف ہوا ہے۔ کہ روس کی خفیہ پولیس کا ایک افسر اور اس کے ساتھ دو اور شخص ایک قتل کے مشن پر مغربی جرمنی آئے ہوئے تھے۔ لیکن اس کی بجائے انہوں نے یہ کیا۔ کہ جس شخص کو انہیں قتل کرنا تھا۔ اس کے ذریعے پناہ حاصل کر لی۔

ایک نیوز کانفرنس میں ان تینوں اراکین کی طرف سے بولنے والا نکولائی خوکسوف تھا جو بتاتا ہے۔ کہ وہ خفیہ پولیس میں کپتان تھا۔ جس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہوا تھا۔ وہ ہے جارجی اکولوفسن نیشنل لیبر الائنس کا ایک اعلیٰ افسر جس کا وجود عرصہ سے کریملن کے رہنماؤں کے دل میں خار بن کر کھٹک رہا تھا۔ کپتان موصوف نے کہا۔ کہ جو مجھے حکم ملا تھا۔ اس پر بیریا کے جانشین کرغلوف کے دستخط تھے۔ خفیہ پولیس نے سیاسی قتل کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس سے میں بہت پریشان تھا۔ اور یہ توقع باندھے بیٹھا تھا کہ موقع ملے گا تو مغرب کی طرف نکل جاؤں گا۔

اس نے مزید بتایا کہ استنبول میں مقیم ایک روسی پناہ گزین کے قتل کا حکم ملا تھا۔ جس سے اس نے بیماری کا عذر کر کے انکار کر دیا تھا۔ لیکن اسے معلوم تھا۔ کہ اس مرتبہ اس نے انکار کیا۔ تو خود اس کا تیا پانچا ہو جائے گا۔

اس نے اپنی داستان آگے اس طرح سنائی کہ جب میں مغربی جرمنی چلا ہوں۔ تو میری بیوی کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے کہ "اگر یہ شخص مارا گیا۔ تو تم قاتل ٹھیرو گے۔ اگر وہ قتل ہوا تو سمجھ لو۔ کہ آج سے تمہاری بیوی نہ بیوی رہے گی نہ بچے رہے گا۔ میں ایسے مرد کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ جو قاتل ہو۔ میں اسے کیسا ہی پیار کرتی ہوں۔ مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ میرے بچے کا باپ بنے۔ میں نے اس سے کہا تھا۔ کہ اگر میں نے قتل سے انکار کیا۔ تو جانتی ہے۔ کہ تیرا کیا حشر ہو گا۔ اس نے کہا "جانتی ہوں"

میں اپنے بیوی بچے کو چھوڑ کر اس احساس کے ساتھ رخصت ہوا تھا کہ میں ایسے ملک کا شہری ہوں۔ جسے بھوک۔ افلاس اور روحانی دہشت زدگی نے اد رکھا ہے۔ میں ان لوگوں کی خدمت کر رہا ہوں۔ جو عوام پر جبر و تشدد برت رہے ہیں۔

خوکسوف نے اس کے بعد مشرقی جرمنی سے دوسرے دو ایجنٹوں کو ہمراہ لینے کی داستان سنائی۔ پھر اس نے بتایا۔ کہ وہ فرینکفورٹ پہنچ کر سیدھا اوکولوف کے پاس پہنچا۔ اور سارا کچا چٹھا اسے کہہ سنایا۔ اس کے ذریعے اس نے فرینکفرٹ کے حکام سے پناہ طلب کی۔" (تسنیم ۲۹ اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۵)

یہ نمونہ ہے از خروارے۔ ورنہ جبر یا اصطلاحی لفظوں میں تمام کلیاتی حکومتوں میں اسی قسم کا جبر روا رکھا جاتا ہے۔ جس کی دوسری مثال اشتراکیت کے علاوہ فسطائیت میں مل سکتی ہے۔

یہی جبر و اکراہ ہے جس کو اگر کسی ملک کی حکومت بطور ایک دائمی نظریہ کے اختیار کر لیتی ہے۔ تو اس ملک میں انسان کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں۔ اور آخر تمام ملک مردہ انسانیت کا زندان بن کر رہ جاتا ہے۔

سب سے پہلے اسلام نے لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی جبر نہیں کا اصول دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ازمنہ وسطیٰ میں یورپ میں عیسائی فرقہ پرستی نے اندھیر مچا رکھا تھا۔ جو فرقہ برسرِ اقتدار آتا وہ بالجبر اپنا عقیدہ دوسروں پر ٹھونستا۔ اس سے جتنی خونریزی یورپ کی سرزمین پر ہوئی۔ تاریخ کے صفحے اس سے اب تک خون آلود ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس خطہ تاریک پر اندلس میں اسلامی درسگاہوں کے ذریعہ نازل ہوئی۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے آزادیٔ ضمیر کا یہ سبق سیکھا۔ جس نے چند ہی سالوں میں اس تاریک و تار سرزمین کو عدل و انصاف اور علم و عقل کے نور سے منور کر دیا۔ افسوس ہے۔ کہ اسی زمانے سے خود ہم پر اس کے بالکل الٹ رد عمل ہونا شروع ہو گیا۔ گو یورپ کی تاریکیاں وہاں سے چھٹ چھٹ کر خود ہم پر چھانے لگیں۔ اور آج یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ لوگ بھی جو بڑے عالم ہیں آزادیٔ ضمیر کو لادینی نظریہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور خالص اسلام کے خواص میں کسی نہ کسی رنگ میں جبر و اکراہ کو بھی ایک ضروری خصوصیت شمار کرنے لگ گئے ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے طلباء کی کامیابی

تعلیم الاسلام کالج لاہور کے دو طلباء ایم۔ ایس سی فائنل فزکس کے امتحان ماہ مئی ۱۹۵۳ء میں شامل ہوئے تھے۔ دونوں ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ نتیجہ درج ذیل ہے:-

رول نمبر	نام طالب علم	کلاس
۱۱م	مرزا بشارت احمد منیر	فرسٹ کلاس
۱۰م	مسعود احمد	سیکنڈ کلاس

نوٹ:- مرزا بشارت منیر پی۔ ایچ۔ ڈی کی تعلیم کے لئے امریکہ روانہ ہو چکے ہیں۔

(پرنسپل تعلیم الاسلام کالج لاہور)

خدام احساس ذمہ داری کے معیار کو بلند کریں

وقت اور حالات کے مطابق اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ روحانی تغیرات کے لئے بڑی جد و جہد اور غیر معمولی محنت درکار ہے۔ ذکر و فکر سے اپنے اندر ایک غیر معمولی کام کرنے کی روح اور طاقت پیدا کریں۔ احساس ذمہ داری کا معیار اس قدر بلند ہو۔ کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی خارجی تحریک یا سہارے کی احتیاج نہ رہے۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

درخواست ہائے دعا

(۱) میری بچی صادقہ بیگم سلمہا آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد انگریزی کی سپیشل کلاس کا امتحان دیا ہوا ہے۔ نتیجہ عنقریب نکلنے والا ہے۔ احباب جماعت میری بچی کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں۔ (اہلیہ عبداللہ گیانی گوجرانوالہ۔) (۲) عزیزہ زکیہ بیگم بنت مولوی سید محمد ہاشم صاحب بخاری جہلم میں بہت سخت بیمار ہے۔ کمزوری بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ حالت تشویشناک ہے۔ جملہ احباب جماعت سے عزیزہ کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (میر عبد الباسط ربوہ)

اللہ تعالیٰ کی محبت تمام کامیابیوں کی کلید ہے

اقتباس خطبہ جمعہ از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۶ ؍ جون ۱۹۳۳ء

انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے طور پر بنایا ہے۔ کہ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو وہ مقام جسے پلصراط کہتے ہیں۔ اور جس کا نام حدیثوں میں

جسر صراط

آیا ہے۔ اور جس کے متعلق آتا ہے۔ کہ وہ تلوار کی دھار سے بھی زیادہ باریک اور تیز ہے۔ درحقیقت اسی دنیا میں انسان اس مقام پر کھڑا کیا گیا ہے۔ ایک چھوٹی سی حرکت ایک

ذرا سی لغزش

ایک معمولی سی کمزوری ایک خفیف سا ضعف اسے کہیں کا کہیں لے جاتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ ایک انسان بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے۔ وہ جنتیوں کے سے عقیدے رکھتا اور جنتیوں کے سے کام کرتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کے زور اور طاقت سے

جنت کے قریب

ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت کے دروازہ پر جا پہنچتا ہے۔ تب خدا کی قدرت اسے اٹھاتی اور وہاں سے دور پھینک دیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ

دوزخ میں

جا گرتا ہے۔ پھر فرمایا۔ اس کے مقابل میں ایک اور انسان بداعمالی میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ بداعمالیاں کرتا ہے۔ اور ہر لحہ

دوزخ کے قریب

ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا ہے۔ اسے دوزخ کے نزدیک کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے دروازہ پر جا پہنچتا ہے۔ اس کے اور دوزخ کے درمیان کوئی روک حائل نہیں رہتی۔ مگر اچانک خدا کی حکمت اسے وہاں سے دور پھینک دیتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو

جنت میں

پاتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ ظالم بادشاہ کی طرح جسے چاہتا ہے۔ دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے۔ جنت میں ڈال دیتا ہے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان جب تک کہ اس کا

آخری سانس

جاری ہے۔ ایسے خطرات میں مبتلا ہوتا ہے۔ کہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اسے کہیں کا کہیں پھینک دیتی ہے۔ یہی بات رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے بتائی۔ اور سمجھایا۔ کہ انسانی اعمال اور اس کا قلب۔ ایسے خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ اور اس قسم کی مشکلات اس کے سامنے ہیں۔ کہ بعض دفعہ ذرا سی بے احتیاطی سے وہ اپنی

تمام عمر کی کارروائیوں کو باطل

کر دیتا ہے۔ پس اگر یہ زندگی جس کی مثال رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ ایک انسان دوزخ کے کنارے کھڑا ہوتا ہے۔ مگر جنت میں چلا جاتا ہے۔ اور دوسرا جنت کے کنارے کھڑا ہوتا ہے۔ مگر دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ جسر صراط نہیں تو اور کونسی چیز جسر صراط کہلانے کی مستحق ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو

تلوار سے زیادہ باریک

اور تلوار سے زیادہ تیز دھار رکھتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ بڑی وسیع زندگی ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں۔ اس کے دائرے بڑے وسیع ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں ایک ایک قدم میں جو انسان اٹھاتا ہے اسمیں

ہزاروں خطرات

پنہاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک ایک حرکت کے نیچے ہزاروں برکتیں بھی مخفی ہوتی ہیں۔ کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ جو ہم انسانی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک شخص کو وحی لکھاتے ہیں۔ وہ آپؐ کا مقرب سمجھا جاتا ہے۔ بالکل ممکن ہے۔ کہ اس وقت بہت سے صحابہؓ اس وجہ سے اس پر رشک کرتے ہوں۔ کہ اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ اور اسے

تازہ وحی

سننے اور لکھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ مگر ایک دن قرآن مجید لکھتے لکھتے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے تازہ وحی لکھا رہے تھے۔ یک دم اسکی زبان پر وہی وحی جاری ہو جاتی ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے لکھانا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید کی عبارت کا زور

اس کی فصاحت اس کی طبعی ترکیب ایک حد تک پہنچ کر بے اختیار اس کی زبان پر یہ وحی جاری کر دیتی ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ ہاں لکھو یہی وحی ہے۔ تو وہ بجائے اس کے کہ

سجدے میں گر جاتا

اور کہتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنا فضل نازل کیا اس کے کلام کا میرے دل پر بھی پرتو پڑ گیا۔ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ یہ قرآن انسانی کلام ہے۔ خدا کا نہیں۔ میں نے ایک فقرہ کہا۔ وہی جب پسند آ گیا۔ تو اسے قرآن مجید میں لکھوا دیا۔ اس خیال کے ماتحت وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ وہ

جنت کے دروازہ پر

بیٹھا ہوا تھا۔ صرف اس میں

داخل ہونے کی دیر

تھی۔ مگر مرتد ہو جاتا ہے۔ اور مرتد بھی کتنا خطرناک۔ بعض انسان کمزوریٔ اعمال کی بناء پر مرتد ہوتے ہیں۔ اور بعض اس لئے مرتد ہوتے ہیں۔ کہ ان کا خیال ہوتا ہے۔ جو قدر ان کی کی جانی چاہیئے تھی۔ وہ نہیں ہوئی۔ مگر وہ اس لئے مرتد ہوتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دھوکہ باز ہیں۔ اور اپنے پاس سے وحی بناتے ہیں۔ گویا ٹھوکر بھی لگی۔ تو انتہائی۔ ...... یہ شخص

معمولی سی بات پر

یکدم یہ نتیجہ نکال لیتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے پاس سے باتیں بنا لیتے ہیں۔ اس کے مقابل میں ہم ایک اور شخص کو دیکھتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ممبر پر کھڑے ہو کر

نعمائے جنت کا ذکر

فرماتے ہیں۔ اور اس ذکر میں خدا تعالیٰ نے جو آپؐ پر فضل نازل کرنے والا تھا۔ ان کو بھی بیان کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ جنت میں انبیاءؑ پر کیا کیا احسان کریگا۔ وہ شخص بے تاب ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے کوئی خاص اعمال نہیں۔ کوئی نمایاں قربانیاں نہیں۔ مگر وہ کہتا ہے یا رسول اللہ دعا کیجئے۔ میں بھی ان نعمتوں میں شریک ہو جاؤں۔ کتنا چھوٹا سا یہ عمل ہے۔ ایک

وقتی خواہش

سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور یہ ایسی خواہش ہے۔ جو نعمائے جنت کا ذکر سن کر ہر شخص کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اور ہر شخص کو لالچ آ جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کو اس کا یہ

بے ساختہ پن

پسند آ جاتا ہے۔ اور جب وہ کھڑا ہو کر کہتا ہے۔ یا رسول اللہ دعا کیجئے۔ میں بھی ان نعمتوں میں شریک ہو جاؤں۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ ہاں تم بھی ان میں شریک ہوگے۔ تب اور لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور کہنا شروع کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ دعا کیجئے ہم بھی شریک ہو جائیں۔ مگر آپ فرماتے ہیں۔ پہلے کہنے والے کو یہ حق مل چکا۔ نقل کرنے والوں کے لئے اب موقع نہیں۔ ان بعد میں بولنے والوں میں سے کئی وہ لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہوں گی۔ اور پہلے شخص سے زیادہ کی ہوں گی۔ مگر اس شخص کی بے ساختگی خدا تعالیٰ کو پسند آ گئی۔ وہ عمل جس میں اسے کوئی قربانی کرنی نہیں پڑی۔ جس میں اسے کوئی تکلیف اٹھانی نہیں پڑی۔ جس میں اسے کسی جہاد سے واسطہ نہیں پڑا۔ اللہ تعالیٰ کو پیارا معلوم ہوا۔ اور اسے ان

نعمتوں کا وارث

قرار دے دیا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان فرما رہے تھے۔ اسی طرح حدیثوں میں آتا ہے۔ ایک شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا۔ اس کے عیب بیان کئے جائیں گے۔ اس کے گناہ بہت زیادہ ہوں گے۔ اور وہ اپنے گناہوں کو دیکھ کر سمجھے گا۔ کہ اب میرے لئے کوئی

نجات کا ذریعہ

نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ بھی اس کے سامنے پیش کرے گا۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ اور جس طرح مجرم کو خاموش کرایا جاتا ہے۔ اسی طرح گناہوں کی ایک لمبی فہرست اس کے سامنے پیش کی جائے گی۔ اور وہ یہی کہتا رہے گا۔ کہ ہاں میرے ایسے ہی اعمال ہیں۔ سوائے خدا کے فضل کے مجھے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آ جائیگی۔ وہ فرشتوں سے کہے گا۔ جاؤ میں نے اس کے جتنے گناہ گنوائے۔ ان کے بدلے میں اسکی نیکیاں لکھی جائیں۔ اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے۔ تب وہ بندہ

اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے دلیر

ہو کر کہے گا۔ میرے اور بھی گناہ ہیں۔ انہیں بھی شمار کیا جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اتنا بیان فرما کر ہنسے۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس بندے کی اس بات پر ہنسا۔ اور کہا۔ میرے بندے کو دیکھو۔ میری مغفرت کو دیکھ کر کتنا دلیر ہو گیا۔ اب اپنے گناہ خود گنا رہا ہے۔ غرض یہ بھی ایک ادا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند آ گئی۔ مگر ان ساری باتوں پر اگر غور کروگے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ایک ہی چیز ہے۔ جو ان سب میں مشترک ہے۔ اور وہ اس

عظیم الشان ہستی

پر جو ہماری خالق و مالک ہے اعتماد اور اس سے سچی محبت ہے۔ اس میں شبہ نہیں بظاہر یہ اعمال چھوٹے نظر آتے ہیں۔ مگر ان کی تہ میں ایک اعتماد ہے۔ اپنے رب پر۔ اور محبت ہے اپنے خدا سے۔ اگر ایک طرف ایک شخص کے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ تو دوسری طرف خدا سے کوئی گہرا لگاؤ بھی معلوم ہوتا ہے۔ یہ محبت اور لگاؤ ہی ہے۔ جو انسان کو کھینچ کر کہیں کا کہیں لے جاتا ہے۔ جب کسی بندے کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس محبت کی چھوٹی سے چھوٹی چنگاری بھی اس کے دل میں ہو تو وہ دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بہت کافی ہوتی ہے۔ پھر تو جس شخص

(باقی صفحہ ۸ پر)

اشاعتِ اسلام کی انیس ۱۹ سالہ فہرست اور پاکستان اور بیرونی ممالک کی جماعتیں

تحریک جدید کے انیس سالہ جہادِ کبیر میں متواتر حصہ لینے والے مجاہدین کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ فہرست میں ان کے نام لکھے جا رہے ہیں۔ جنکے انیس ۱۹ سال پورے ادا ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ کسی کا نام رہ نہ جائے۔ بقایا داران کو بھی اطلاع دی جا رہی ہے۔ تا وہ بقایا ادا کر کے شامل ہو جائیں بعض بقایا دار بقائے کی اطلاع پا کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ ایسے احباب کو یاد رہے۔ کہ اگر ان کا بقایا ادا نہ ہوا۔ اور نہ انہوں نے دفتر سے اس بارہ میں خط و کتابت کی۔ تو ایسا نام فہرست سے کٹ جائے گا۔ پس بقایا دار ہو۔ یا پورے ادا کرنے والا دفتر میں خود تشریف لا کر یا خط کے ذریعہ اپنی تسلی کر لے۔ کہ اس کا نام فہرست میں آ گیا ہے۔ تا کتاب میں شائع ہو سکے۔

حساب دریافت فرماتے وقت لکھا جائے۔ کہ دسویں سال کا وعدہ کہاں سے اور اس کے بعد گیارہویں سال سے انیسویں سال کا وعدہ کہاں کہاں سے کیا تھا۔ تا جواب جو ایسی مل سکے صرف یہ کہنا۔ کہ میرا انیس سالہ حساب بھیج دیا جائے۔ بقایا معلوم کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

(وکیل المال تحریک جدید ربوہ)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی علالت

میرے دادا حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی سکندر آباد (دکن) میں شدید بیمار ہیں۔ بلڈ پریشر بہت زیادہ ہے۔ اور ساتھ ہی ضعفِ قلب بھی۔ تمام بزرگوں اور بھائی بہنوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ رحیمہ عرفانی الاسدی کراچی

رمضان المبارک میں درس القرآن کا انتظام ضرور کیا جائے

رمضان المبارک قریب آ رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ میں تمام احباب کو زیادہ سے زیادہ تقویٰ، محبت الٰہی عبادت اور قرآن کریم کی درس و تدریس پر بہت زیادہ زور دے کر روحانیت میں ترقی کرنا چاہیئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک قادیان اور ربوہ میں اجتماعی طور پر قرآن کریم کا درس ہوتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ اس دفعہ پھر مرکزی مسجد مبارک ربوہ میں اجتماعی درس چار بجے شام سے لے کر ساڑھے پانچ بجے شام تک ہوا کرے گا۔ چونکہ بیرونی جماعتوں کے دوست اپنے مخصوص حالات کی بناء پر مرکز میں ہونے والے درس میں شمولیت اختیار نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انہیں چاہیئے کہ وہ بھی مقامی طور پر اپنے ہاں قرآن کریم کے درس کا انتظام کریں۔ درس سے اصل غرض مجموعی لحاظ سے قرآن کریم کی تلاوت اور عام فہم ترجمہ کا اعادہ ہونا چاہیئے۔ جماعتوں کے اہلِ علم احباب کو چاہیئے۔ کہ اجتماعی طور پر قرآن کریم کے درس کا انتظام کریں اور جو جماعتیں قلیل تعداد میں ہوں۔ یا ان میں قرآن کریم کا زیادہ علم رکھنے والے دوست نہ ہوں تو انہیں بھی اس ثواب میں شریک ہو کر قرآن کریم کی برکات سے مستفید ہونا چاہیئے۔ ایسی جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے میں سے کسی اردو دان کو مقرر کر لیں۔ جو انہیں قرآن کریم مترجم سے ترجمہ پڑھ کر سنائے۔ اور اس طرح روزانہ کم سے کم وقت میں ایک پارہ یا کم و بیش حسب حالات ترجمہ سنایا جا سکتا ہے۔ چونکہ اس دفعہ بھی روزے گرمی کے موسم میں آ رہے ہیں۔ لہٰذا درس دینے والوں پر وقت کا خیال اور پابندی ضروری ہے۔ درس پر زیادہ سے زیادہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ہی صرف ہونا چاہیئے۔ اس سے زیادہ وقت سامعین کے لئے ملال کا موجب بن سکتا ہے۔ نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے بھی مبلغین کے نام یہ ہدایت جاری ہو چکی ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے مرکز میں قرآن پاک کے درس کا انتظام کریں۔ لہٰذا سیکرٹریان تعلیم و تربیت امراء و پریذیڈنٹ صاحبان کا فرض ہے۔ کہ وہ مبلغین کرام سے تعاون فرما کر زیادہ سے زیادہ دوستوں کو درس میں شامل کرنے کی کوشش فرمائیں۔ اے خدا تو ہمیں قرآن کریم کی برکات سے متمتع فرما۔ اللّٰھم آمین

(ناظر تعلیم و تربیت ربوہ)

زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی اور پاکیزہ کرتی ہے

انٹر احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام

دینیات کلاس

حسب سابق امسال بھی انشاء اللہ تعالیٰ مورخہ ۷ جولائی سے ۳۱ جولائی ۱۹۵۴ء تک احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ربوہ میں دینیات کلاس کا انعقاد ہو گا۔ تمام احمدی طلباء کا فرض ہے۔ کہ وہ اس انتظام سے کماحقہٗ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کلاس ۷ جولائی سے شروع ہو جائے گی۔ اس لئے طلباء ۶ جولائی کو ربوہ پہنچ جائیں

(۲) باہر سے آنے والے طلباء کی رہائش کا انتظام دارالضیافت (مہمان خانہ) میں ہو گا۔ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔ دو وقت کھانے کے اخراجات بیس روپے ہوں گے۔ اور صبح کے ناشتہ کو ملا کر ۳۰ روپے ہوں گے۔ اس کے لئے کم از کم پانچ روپے مورخہ ۳۰ جون ۱۹۵۴ء تک نیچے دیے ہوئے پتہ پر بھیج دیئے جائیں۔ ایک ہفتہ کے اندر آپ کو رسید بھیج دی جائیگی باقی رقم ۶ جولائی کو ربوہ میں ادا کرنی ہو گی۔

(۳) جو طلباء اس خرچ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ مقامی امیر کی تصدیق سے مجھے اطلاع دیں۔

(۴) لیکچراروں کے علاوہ طلباء کے لئے خلافت لائبریری سے کتابیں برائے مطالعہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ دارالمطالعہ کا بھی انتظام ہو گا۔ جس میں چیدہ چیدہ تازہ اخبارات رکھے جائیں گے۔ شام کو کھیلوں کا باقاعدہ انتظام ہو گا۔

(۵) میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء بھی اس کلاس میں شامل ہو سکتے ہیں۔

(۶) نوٹ لکھنے کے لئے کاپیاں لائیں۔ امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی دینیات کلاس کے نصاب کا جلد ہی اعلان کر دیا جائے گا۔ تاکہ احباب کو معلوم ہو۔ کہ اس کلاس میں شامل ہونا کتنا فائدہ مند ہے۔

محمد سعید بی۔ اے پریذیڈنٹ ایسوسی ایشن مکان ۱۲ گلی ۱۹ دھرم پورہ لاہور

جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری مسلم لیگ پر بھی اتنی ہی عائد ہوتی ہے جتنی کہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن پر

یہ تحریک بعض محروم و ناکام سیاسی اشخاص نے اپنے سابقہ گناہوں کو دھونے کی غرض سے شروع کی تھی

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کا پانچواں باب

119

دوسرے لفظوں میں سنی مسلم لیگ نے مسلم لیگی حکومت سے تعاون کرنے اور عوام کو سمجھانے کی بجائے کہ مسجدوں میں ان کے اجتماع کو کسی ایسی سیاسی جماعت کی جانب سے جلسہ عام تصور کیا جائیگا جو کہ مسلم لیگ کے خلاف ہو۔ انہوں نے حکومت کی مذمت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ اس طرح اسکے مقبول ہونے اور ان کے مخالفین کی ناکامیابی کے امکانات زیادہ روشن تھے۔ اس مقصد کے لئے سنی مسلم لیگ کے سیکرٹری مسٹر منظور حسین نے احرار سے معاہدہ پر دستخط کر دیئے۔ چندہ فراہم کیا۔ جلوسوں کی قیادت کی اور راست اقدام کے تحت ہر سرگرمی میں حصہ لیا۔ ہم اس گواہ کی اس شہادت کا ایک لفظ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ "ہم نے جو کچھ کیا وہ دباؤ کے تحت مجبوراً کیا"

قاضی مرید احمد سرگودھا میں قابل ذکر شخصیت نہیں تھے۔ وہ انکم ٹیکس بھی ادا نہیں کرتے تھے اور صرف بارہ کنال زمین ان کی ملکیت تھی۔ بہر حال مسلم لیگ نے انہیں اسمبلی کے لئے منتخب کیا۔ اس طرح مسلم لیگ کا پروردہ ہونے کے باوجود انہوں نے ضلع کی مجلس عمل کا ڈکٹیٹر بننا نامناسب نہ سمجھا اور مسلم لیگ کے خلاف اپنے ضلع کی قیادت کی اور نہ انہوں نے اپنے گرد ہجوم اکٹھا کر کے وزیر اعظم پاکستان اور ان کی بیوی کو اور دوسرے حکام کو گالیاں دینے میں عار محسوس کی۔ ختم نبوت کے نام پر ایسی چیزیں ان کے نزدیک جائز اور حق بجانب تھیں

فسادات سے پہلے یا بعد میں مسلم لیگیوں نے جو حصہ لیا۔ وہ قابل استعجاب نہیں۔ درحقیقت مسلم لیگ کے ارکان کی طرف سے ایسی سرگرمیاں مسلم لیگ کی قرارداد اور صدر صوبائی مسلم لیگ کی تقریروں کا لازمی نتیجہ تھی۔ ڈائرکٹر تعلقات عامہ مسٹر نذر احمد کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں شہادت کے دوران میں ـــــ CANALIZE کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن اسے قرارداد مسلم لیگ کے اثر کی وضاحت کے لئے بھی بجا طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ڈائرکٹر تعلقات عامہ

جب مطالبات کی حمایت اور ان کی آئینی حیثیت پر زور دینے کی غرض سے اخبارات میں پروپیگنڈے کا لامتناہی سلسلہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے نوٹس میں آیا۔ جو کہ اتفاق سے جولائی ۱۹۵۲ء میں دورے پر آئے ہوئے تھے۔ اور ان کو یہ شکایت کی گئی۔ کہ یہ پروپیگنڈا انہی اخباروں میں کیا جا رہا ہے۔ جنہیں حکومت کی طرف سے بھاری رقوم ملی ہیں۔ اور یہ کہ پروپیگنڈا مسٹر نذر احمد کے ایما پر ہو رہا ہے تو انہوں نے اس افسر کو بلا بھیجا اور اس افسر نے ان کے سامنے یہ تسلیم کیا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ اس سے ان (مسٹر نذر احمد) کا مقصد تحریک کو CANALIZE کرنا تھا۔ اس اعتراف کو مسٹر نذر احمد نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مگر اس کو ثابت سمجھنا چاہیئے۔ اور اس عجیب و غریب استعارہ کو یہ واحد معنی پہنائے جا سکتے ہیں کہ مسٹر نذر احمد نے اس تحریک کے لئے ایک راستہ پیدا کر دیا تھا۔ اور یہ کہ اس راستہ کا فطری بہاؤ صرف کراچی ہی کی طرف ہو سکتا تھا۔ کیونکہ کراچی کل پاکستان مسلم لیگ۔ اور مرکزی حکومت دونوں کا مرکز ہے۔ تمام شہادت زبانی بھی اور دستاویزی بھی جس میں کہ اخباروں اور تقریروں کے متعدد مضامین شامل ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کی ۲۷ جولائی کی قرارداد کے بعد تحریک سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص اس آئینی پوزیشن کا احساس کرنے لگا تھا۔ کہ صوبے میں پروپیگنڈا بے کار ہے اور جب تک مطالبات باقاعدہ شکل میں مجلس دستور میں پیش نہیں کئے جاتے۔ ایجی ٹیشن سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ جو جماعتیں مطالبات منظور کرانے کے لئے سعی و جہد کر رہی تھیں۔ ان کی تمام تر قوتیں مرکزی حکومت کی جانب منتقل ہو گئیں۔ جس کے خواجہ ناظم الدین سربراہ تھے۔ ادھر خواجہ ناظم الدین اپنے آپ کو مطالبات تسلیم کرنے سے معذور سمجھتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ راست اقدام اختیار کرنا پڑا۔ اور فسادات رونما ہو گئے۔ اور جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری مسلم لیگ پر بھی اتنے ہی نمایاں طور پر عائد کی جا سکتی ہے جس طرح کہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن پر جس نے کہ مطالبات وضع کئے اور خواجہ ناظم الدین کو "پستول دکھا کر" پیش کئے اس تمام عرصہ کے دوران میں مسلم لیگ یا اس کے کسی لیڈر نے تحریک کو دبانے یا عوام کو متبادل نظریہ ذہن نشین کرانے کی غرض سے کچھ نہ کیا۔ دوسری جانب مسلم لیگ نے اپنی قرارداد میں ایسے ناقابل تنسیخ انداز میں مطالبات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ بعد میں بآسانی اس نظریہ سے انحراف نہیں کر سکتی تھی۔ جس کا اس نے رسمی طور پر قرارداد میں اظہار کر دیا تھا اور جس کے خود لیگ کے صدر ایک بڑے ترجمان تھے۔ ہمیں اس میں رتی بھر بھی شبہ نہیں کہ اس تمام ہنگامہ کے ایک سے زیادہ ممکنہ جواب ہو سکتے ہیں اور یہ کہ اگر مسلم لیگی لیڈروں کو مطالبات سے پیدا ہونے والے نتائج کا پورا احساس ہوتا۔ اور انہیں صوبہ کو بدنامی اور تباہی سے بچانے کی خواہش ہوتی تو وہ ایسا کرنے کے اہل تھے گوجرانوالہ اور سرگودھا کے مقدمات اور کیپ کا واقعہ واضح سبق تھے۔ اور جو اگر اچھی طرح پڑھائے جاتے تو عوام کی آنکھیں کھول دیتے اور انہیں کسی ایجی ٹیشن میں شرکت سے باز رکھتے جو کہ بعض سیاسی طالع آزماؤں نے حکومت کو نیچا دکھانے کے لئے شروع کی تھی۔

پاکستان کے عوام

ہمیں یقین ہے کہ ہمارا عام آدمی صاحب شعور ہے اور وہ دنیا کے دوسرے باشندوں کی طرح مذہبی جوش رکھتا ہے اور غالباً اس سلسلہ میں وہ دوسری قوموں سے پیش پیش ہے۔ لیکن وہ مسائل کو ان کی نوعیت کے مطابق سمجھنے کا پورا شعور رکھتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مسائل صحیح طور پر اس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ ایک نئی مملکت کا محب وطن اور دیانتدار شہری ہونے کی حیثیت سے جیسا کہ وہ ہے) ہمارے لیڈروں کے مشورہ کو ضرور سنتا بشرطیکہ اسے اس تحریک کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی جاتی جو کہ بعض محروم و ناکام سیاسی اشخاص نے اپنے سابقہ گناہوں کو دھونے کی غرض سے شروع کی تھی اگر ایک آدمی کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی جاتی کہ ایک سیاسی جماعت جو کہ مسلم لیگ کے مقابلہ پر میدان میں آنا چاہتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو مقبول بنانے کے لئے مذہب کو استعمال کر رہی ہے اور یہ کہ وہ اس کو بے وقوف بنا رہی ہے۔ تو وہ اسے فوراً سمجھ جاتا۔ گوجرانوالہ اور سرگودھا میں دفعہ ۱۴۴ کی جو خلاف ورزیاں ہوئی تھیں۔ وہ اس بات کی واضح علامتیں تھیں کہ سیاسی مقاصد براری کے لئے کس طرح مذہب کو استعمال کیا جا رہا ہے سرگودھا میں جمعہ کو صبح دس بجے ایک مسجد میں جلسہ عام ہوا تھا اور اس جلسہ کے منتظمین کو ایک چیلنج سے زیادہ اور کسی بات کی ضرورت نہیں تھی۔ کہ جمعہ کی نماز کس طرح ۱۰ بجے ادا کی جا سکتی ہے۔ جلسہ کے صدر اور اس میں تقریریں کرنے والوں کے ناموں کا پہلے ہی اعلان کر دیا گیا تھا۔ یہی صورت گوجرانوالہ کی تھی۔ یہاں کے جلسہ کا اعلان بھی پوسٹروں اور لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے ایک روز پیشتر احرار نے کر دیا تھا ان اطلاعات میں کہا گیا تھا۔ کہ احرار لیڈر (جن کے ناموں کا ذکر کر دیا تھا) جلسہ سے خطاب کرنے کی غرض سے مختلف مقامات سے آ رہے تھے۔ جلسہ کا اعلان ایک شخص نے اس وقت کیا تھا۔ جبکہ خطیب اپنا خطبہ پڑھ رہا تھا اور یہ اس وقت ہوا جبکہ نماز ختم ہو چکی تھی۔ اگر مسلم لیگ کے لیڈر احرار کی چالوں کو بے نقاب کرنے کی کوئی کوشش کرتے تو اسباب میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں کہ عوام اپنے رویہ پر نظر ثانی کر لیتے اور حکومت کا نقطہ نظر سمجھنے کے بعد اس کو سراہتے۔ پارٹیوں کے فاضل وکلاء نے ہمارے سامنے جمہوری اصولوں کے نام پر بار بار اپیلیں کی ہیں اور اس بات پر بہت زیادہ زور دیا ہے کہ مطالبات متفقہ تھے اور ایک جمہوری ملک میں جب کسی خاص مطالبہ کو اتنی مضبوط اور عام حمایت حاصل ہو تو حکومت اسے منظور کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہمارے سیاسی لیڈر جو کہ اکثریت رائے سے منتخب ہو[illegible] ہیں۔ اپنی موجودہ پوزیشن میں اسلئے ہیں کیونکہ [illegible] اس پوزیشن میں رکھا گیا ہے۔ اور یہ کہ وہ [illegible] کرنے کے پابند ہیں۔ جو کہ ان کے ووٹر چاہتے [illegible]

نمائندہ حکومت

وزارت مسلم لیگ کی طرف سے بھی [illegible] کا اعادہ کیا گیا ہے اور اس بات پر زور دیا گیا [illegible] حکومت کی شکل میں ایک سیاسی لیڈر کو صرف اس وقت عوام کا نمائندہ کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ عوام کے مقابلہ [illegible] اور انکے احساسات و جذبات اور رجحانات و توقعات کو عمل میں لائے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہمارے لیڈروں کے لئے یہ ایک گمراہ کن نظریہ ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں کہ عوام کی ایک بڑی اکثریت ان پڑھ ہو اور ان کی ایک قلیل تعداد تعلیم یافتہ ہو۔ ایسی پوزیشن تسلیم کرنے سے یہ پریشان کن نتیجہ ہو گا کہ ہمارے لیڈر عام [illegible] تعصبات کے مجسمہ ہیں اور اعلےٰ نظریات سے [illegible] جہاں حق انتخاب رکھنے والا اپنے ملک کے خاص [illegible] شعور رکھتا ہو اور قومی دلچسپی کے تمام مسائل کو صحیح [illegible] کی پوری استطاعت رکھتا ہو۔ وہاں لیڈر کو [illegible] پڑتا ہے یا اپنا عہدہ دوسرے کیلئے خالی کر دینا پڑتا ہے [illegible] ہمارے ملک [illegible] ایسے ملک میں لیڈروں کا اصل مقصد انکی رہنمائی کرنا ہے نہ کہ رہنمائی حاصل کرنا ہے جیسا کہ مسٹر زبان علی خان نے بجا طور پر کہا ہے "بے شعور مویشیوں طرح" جرأت کا ثبوت دینے میں غیر مقبول ہونے کے خدشے کی وجہ کسی ایسے نظریہ کا فقدان تھا جو تحریک کا مقابلہ کر سکتا تھا یا اسے روک سکتا تھا

سیاسی رہنما

پس ہماری رائے ہے کہ ہمارے لیڈر اپنے فرائض کو سرانجام دینے میں ناکام رہے اور یہ کہ وہ ایسے موقعہ پر اپنے آپ کو پیش کرنے کے قطعاً نااہل پائے گئے تھے اور دوربینی، تعقل اور تدبر کی تمام صلاحیتوں سے تہی دامن تھے [illegible]

لیڈروں نے عوام کو یہ بتانے کی کوشش ہی نہیں کی کہ انہیں گمراہ کیا جا رہا ہے اور اس کا نتیجہ ملک کی سالمیت کو پارہ پارہ کر سکتا ہے

مسلم لیگی لیڈروں نے شہریوں کی عقلِ سلیم سے اپیل کرنے کی جرأت نہ کی۔ اس وقت جب کہ آتش کے شعلے انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ ان لیڈروں میں سے ایک نے بھی عوام کو یہ بتانے کی کوشش نہ کی کہ انہیں گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس کا نتیجہ ملک کی سالمیت کو پارہ پارہ کر سکتا ہے۔ صوبائی مسلم لیگ کے صدر کا کہنا ہے۔ کہ اگر ان کی مرضی پر سارا دارومدار ہوتا۔ تو انتہائی کوشش کرتے کہ مطالبات پیش نہ ہونے پائیں۔ کیونکہ یہ مطالبات نہ تو بنیادی تھے۔ اور نہ ہی فوری طور پر ضروری تھے۔ اور جب تک پاکستان مضبوط و مستحکم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ٹھہر لیے تنازعہ مسائل پیدا کرنا نامناسب ہے۔ لیکن ہمارے سامنے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں۔ کہ اس نظریہ کی ۲۷ جولائی کی قرارداد سے پہلے عوام کے سامنے پیش کرنے کی غرض سے سنجیدگی سے کوشش کی گئی ہو۔ نہ ہی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ مسلم لیگ کی شاخوں کو اس تحریک کو اہمیت دینے سے باز رہنے یا اجتناب کرنے کی کوئی ہدایت کی گئی ہو۔ اس کے برعکس صوبائی مسلم لیگ نے ایک نامناسب موقعہ پر اپنا سالانہ اجلاس منعقد کرایا اور خود صدر نے وہ قرارداد مرتب کی جو کہ کونسل نے منظور کر لی۔

ایک اور بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ جس کا اس موقعہ پر ہمیں ضرور تذکرہ کرنا چاہیئے۔ بعض عجیب و غریب انتظامات کے تحت جس اصول کو ہم نہیں سمجھ سکے۔ صوبائی مسلم لیگ کا لیڈر صوبے کا وزیر اعلیٰ بھی ہے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے اور اس صورت میں یہ ہوا ہے۔ کہ مسلم لیگ کا لیڈر امن و قانون کے محکمے کا انچارج بھی ہے اگر وہی شخص دو مختلف عہدوں پر فائز ہو۔ تو اس کی پارٹی جو بھی فیصلے کریگی۔ وہ اگر ان کا امن و قانون کے معاملات سے نزدیکی یا دور کا بھی تعلق ہو۔ موخر الذکر حصہ میں اس کی پالیسی پر ضرور اثر انداز ہوں گے۔ لیکن ایک سیاستدان کی ذہنیت ایک ایڈمنسٹریٹر سے قطعاً مختلف ہے۔ بطور سیاستدان ایک شخص (یا کوئی پارٹی) صرف پالیسی متعین کرتا ہے۔ بطور ایڈمنسٹریٹر سیاسی مصلحت سے قطع نظر انتظامی مشینری کو امن و قانون بحال کرنے کی غرض سے بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ اور ان تمام عناصر کو دبانا پڑتا ہے۔ جو کہ معاشرہ کے تحفظ کے خلاف ہوں۔ تحقیقات کے دوران میں اس نکتہ کی اتنی وضاحت ہو گئی ہے۔ کہ اس امر کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ ایسے انتظامات کے انتہائی خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ مسلم لیگ کے انتخابی دستور میں جن نکات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے خلاف لیگ کا اظہار تنفر بھی ہے۔ اور یہ وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ کہ مسلم لیگ اس قانون کو منسوخ کرانے کی کوشش کرے گی۔ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ اس لئے وضع کیا گیا تھا۔ کہ حالات اس قسم کے غیر معمولی قانون کے متقاضی تھے۔ کہ ہنگامی صورت میں انتظامیہ کے پاس کافی محفوظ اختیارات ہوں۔ اور اگر تحفظ عامہ یا امن قائم کرنے کے لئے ان کی ضرورت پیش آئے تو انہیں استعمال کیا جا سکے۔

اس ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت حکومت کو ایسے اشخاص کو نظر بند کرنے کے اختیارات حاصل ہیں جن کی نظر بندی حکومت کے خیال میں امن و تحفظ عامہ کے پیش نظر ضروری ہو۔ اسی ایکٹ کی دفعہ ۵ جس کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ ماتحت حکومت کو ایسے احکام جاری کرنے کے اختیارات ہیں۔ جو کسی شخص کی سرگرمیوں کو محدود کر دیں۔ اس میں کسی شخص کو برسر عام تقریریں کرنے سے باز رکھنے کے اختیارات بھی شامل ہیں۔ مذکورہ ایکٹ کی دفعہ ۸ کے تحت حکومت کو پریس اور اخبارات پر انتہائی کنٹرول حاصل ہے۔ لیکن یہ کنٹرول کسی اخبار کے کسی پرنٹر پبلشر یا ایڈیٹر کو ایسی سرگرمیوں سے باز رکھنے تک محدود ہے۔ جو پبلک سیفٹی ایکٹ یا تحفظ و امن عامہ کے منافی ہوں۔ سیکشن ۱۲ کے تحت کسی مجسٹریٹ کو کسی پبلک جگہ پر جلوس نکالنے یا مظاہرہ کرنے یا کسی جلسہ عام کو ممنوع قرار دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔ سیکشن ۲۱ کے مطابق ایسے شخص کو مستوجب سزا ٹھہرایا گیا ہے۔ جو ایسی کوئی تقریر کرے یا کوئی بیان شائع کرے یا افواہ یا خبر پھیلائے۔ جو تقریر یا مطبوعہ شے پبلک میں خوف و ہراس پھیلائے یا جس سے اس کا امکان ہو یا یہ پاکستان میں کسی حکومت یا تاج کے کسی ملازم کی بدنامی کا باعث ہو یا اس کا امکان پیدا کرے۔ یا مزید برآں تحفظ عامہ یا قیام امن عامہ کے خلاف سرگرمیوں کو تقویت پہنچاتا ہو یا اس کا امکان پیدا کرے۔ سیکشن ۲۳ میں کسی ایسی [illegible] رسم ادا کرنے میں مزاحمت کے اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔ جو موت کے متعلق یا موت واقع ہونے پر ادا کی جانے والی رسومات کے مشابہ ہو۔ دفعہ ۲۵ میں ایسے شخص کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ جو کسی سرکاری ملازم یا کسی مقامی حاکم کو اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے یا اس میں ناکام رہنے کی ترغیب دے۔ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی یہ دفعات اس لحاظ سے ہنگامی قانون کی نوعیت رکھتی ہیں۔ کہ انہیں ایسے حالات میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ جب کہ عام قانون ناکام رہے۔ اور تحفظ امن عامہ کو شدید خطرہ لاحق ہو۔ یہ ایکٹ اس وقت استعمال کرنے کے لئے ہے۔ جب کوئی کیس اس قسم کے غیر معمولی اختیارات کا متقاضی ہو۔ اور ایسی صورت پیدا ہو گئی ہو۔ کہ عام قانون اس میں عہدہ برآ ہونے میں ناکام رہے۔ پس اگرچہ مسلم لیگ اس قانون کے خلاف تھی۔ یہ ملک کے لیڈر کا فرض تھا۔ جب کہ وہ امن و قانون کا انچارج تھا۔ کہ اگر اس کے خیال میں تحفظ امن عامہ کو لاحق شدہ خطرہ دور کرنا ضروری تھا۔ تو وہ اس غیر معمولی مشینری کو بروئے کار لائے جب سے احمدی اور غیر احمدی تنازعہ سے تحفظ امن کو خطرہ لاحق ہونا شروع ہوا تھا۔ ان افسران کی طرف سے جو ان دفعات کا استعمال ضروری سمجھتے تھے۔ وزارت کو پبلک سیفٹی ایکٹ کی کسی نہ کسی دفعہ کے تحت کارروائی کرنے کی سفارش کی جا رہی تھی۔ لیکن جب معاملہ مسلم لیگ کے لیڈر کے سامنے یہ معاملہ بطور صوبہ کے وزیر اعلیٰ کے پیش ہوا۔ تو اس نے یہ فیصلے کئے۔ جو مسلم لیگی نظریہ کے حامل تھے۔ لیکن انتظامی نقطہ نظر سے غلط تھے۔

انتظامیہ کے افسروں نے جن معاملات سے نپٹنا تھا۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً اس امر کی سفارشات کی جا رہی ہیں کہ یا تو کسی شخص کو دفعہ ۳ کے تحت گرفتار کر لیا جائے۔ یا اسے تقریریں کرنے سے منع کر دیا جائے یا دفعہ ۵ کے تحت کسی مخصوص علاقہ میں پابند کر دیا جائے یا دفعہ ۲۱ کے تحت حکومت کے اعلیٰ حکام کو گالیاں دینے اور فرضی جنازے نکالنے کی پاداش میں اس پر مقدمہ چلایا جائے۔ لیکن پنجاب سیفٹی ایکٹ سے سیاستدانوں کو نفرت تھی۔ اور جب بھی اس دفعہ کے تحت اقدام کی سفارش کی گئی۔ تو اسے سیاست کا چشمہ لگا کر دیکھا گیا۔ اور جب بھی فیصلہ کا وقت آیا۔ تو سیاستدانوں نے حکام سے اپنے نظریات کے مطابق فیصلے کرانے کی کوشش کی انتظامیہ کا انچارج ہمیشہ قانون اور امن و امان کا نگران ہوتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ ضرورت کے مطابق قانونی امور کا جائزہ لیتا ہے۔ لیکن جہاں تک سیاستدان کا تعلق ہے۔ اس کے پیش نظر مجوزہ اقدام کا نتیجہ اور پارٹی پر اثر ہوتا ہے۔ اس ذہنیت کی دلچسپ وضاحت اس سے ہوتی ہے۔ کہ قانون کے مشیر نے مسٹر انور علی کی ۳۰ دسمبر ۱۹۴۹ء کی سفارش کو اپنایا۔ کہ احراری مقتداؤں پر دفعہ ۲۱ کی سیکشن ۱۵۳ الف پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ لیکن مسٹر انور جیسے سیاستدان بھی تھے مجوزہ اقدام کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے تجویز کیا کہ احرار کے خلاف اقدام دانشمندانہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ مسلمان احمدیت کے معاملہ میں بڑے جذباتی واقع ہوئے ہیں اور احمدیت کے خلاف احرار پر مقدمہ چلانا

جس وسیع پیمانے پر احمدیوں کے خلاف دشنام طرازی و تضحیک کی جا رہی تھی اسکی وجہ سے احمدیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہوگا

ان کو عوام کی نظروں میں شہادت کا درجہ دے دیگا۔ جس کے وہ مستحق نہیں اور اگر انہوں نے ایسے ہی خیالات کا اعادہ کیا۔ مسٹر دولتانہ بھی تمام عرصہ اس چیز کے موید نظر آتے ہیں کہ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت اقدام ان کو غیر ہر دلعزیز بنا دیگا ایک معاملہ میں انہوں نے یقیناً حکم دیا تھا کہ وہ پنجاب سیفٹی ایکٹ کے تحت کسی قسم کا اقدام نہیں کرنا چاہتے۔ بعد ازاں وہ افسر جن کے ذمہ امن عامہ تھا متفکر نظر آئے۔ اب جہاں تک سیاستدان کے اصول کا تعلق ہے جب وہ منتظم کی حیثیت سے اقدام کرتا ہے تو وہ اقدام جس پر قانونی نقطۂ نظر سے کارروائی ضروری ہوتی ہے۔ اس کے عمل میں نہیں آتا کہ اس سے عام بے اطمینانی پھیلنے کا امکان ہوتا ہے۔ اگر عوام ایک قتل کر دیتے ہیں اور قاتل پر مقدمہ چلانے سے عوام میں اشتعال پھیلتا ہے۔ تو قاتل کو سزا دینے کی ضرورت نہیں۔ ایجی ٹیشن کے دوران میں مقدمہ چلائے جانے کی جو سفارشات حکومت تک پہنچیں ان تمام کا اسی نقطۂ نظر سے فیصلہ کیا گیا دفعہ ۱۴۴ کے تحت مساجد میں اجلاس پر پابندی سے گریز اس کی دوسری مثال ہے۔ احرار اور علماء عوام کے سامنے یہ چیز رکھ سکتے تھے کہ حکومت انہیں مساجد میں بعض اقدامات سے روک رہی ہے۔ یہ حکومت کی طرف سے ان کے مذہبی حقوق پر چھاپہ کے مترادف ہے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ حکومت پر مداخلت فی الدین کا الزام بے بنیاد تھا۔ لیکن اس الزام کی تردید کے لئے جب کسی ایجنسی کی طرف سے جوابی پراپیگنڈا نہ ہوا تو یہ لوگ عوام کی تحسین کا مرکز بن گئے۔ اور ہیرو تصور کئے جانے لگے۔ وزیر اعلیٰ نے اپنی سیاسی پارٹی کے ممکن ردعمل اور پوزیشن ہی کو محسوس کیا۔ اور جب کیپ کے واقع کی اطلاع عوام تک پہنچی جس میں پولیس نے طاقت استعمال کی تھی۔ اور کچھ اموات واقع ہو گئی تھیں۔ اور ہائی کورٹ کے جج کی طرف سے پولیس کی اس طاقت کو حق بجانب قرار دیا گیا تھا۔ تو ایڈمنسٹریٹر نے سیاستدان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور نہ صرف ماخوذ ملزموں کو رہا کر دیا گیا۔ بلکہ معرض التوا میں پڑے ہوئے مقدمات اور دفعہ ۱۴۴ بھی واپس لے لئے گئے اس کے بعد نظاہر احرار اور مظاہرین کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا گیا۔ بلکہ ان کو جس حد تک وہ مناسب سمجھتے تھے پروپیگنڈا کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احرار کو متعدد بار تنبیہ کرنا اچھا خاصا مذاق بن گیا۔ ایک ہی آدمی کو مختلف مواقع پر مختلف افسروں کی طرف سے تنبیہ کی گئی۔ لیکن کسی قسم کا کوئی موثر اقدام نہ کیا گیا۔

ایمان کا انفرادی مسئلہ

بہت سے افسروں کی طرف سے دفعہ ۲۹۵ الف دفعہ ۱۵۳ الف کے تحت مقدمات چلانے کی سفارش کی گئی۔ اور اسبات سے کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا کہ جن فریقین کے خلاف مقدمات چلانے کی سفارش کی گئی تھی۔ ان سے ان دو دفعات کے تحت جرائم سرزد ہوئے تھے۔ لیکن کوئی مقدمہ چلایا ہی نہیں گیا بلکہ بہت آخری مرحلہ میں ڈیک پر اسرار حکم جاری کیا گیا کہ اگر کوئی عام قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو تو اس کے خلاف مقدمہ چلایا جائے جو لوگ احمدیوں اور انکے رہنماؤں کے خلاف منافرت پھیلا رہے تھے انکے خلاف سخت اور نتیجہ خیز کارروائی کے فقدان کا نتیجہ بالکل ظاہر ہے۔ ایمان ایک انفرادی مسئلہ ہے اور دوسرے کو یہ خواہ کتنا ہی غلط بددیانتی پر مبنی اور مضحکہ خیز کیوں نہ معلوم ہو۔ یہ بات ممکن ہو سکتی ہے کہ اس میں کوئی دیانتداری اور خلوص سے یقین رکھے احمدی اپنے فرقہ کے بانی اور بعد کے سربراہوں کا (بشمول موجودہ سربراہ) بڑی تکریم و احترام کرتے ہیں ان شخصیتوں پر حملہ سے یقیناً احمدیوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں گے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ جس وسیع پیمانے پر صوبہ بھر میں پروپیگنڈا بشمول دشنام طرازی و تضحیک کیا جا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے احمدیوں کو نفرت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہوگا۔ اسلئے ایسے لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے سے احتراز سے جو ایک چھوٹے فرقہ کے خلاف عوام میں زہریلے جذبات پیدا کرنے کے ذمہ دار تھے۔ یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ کوئی ایسا اقدام اٹھانے سے احتراز کی خواہش کار فرما تھی۔ جس سے عوام میں عدم اطمینان پیدا ہوتا خواہ اس فرقہ کے لئے یہ گھاؤ کتنا ہی گہرا اور شدید کیوں نہ ہو۔ اس کی ساری وجہ مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کی عوام میں ہردلعزیز رہنے کی خواہش تھی تاکہ اس سے رائے دہندوں پر ایسے ناخوشگوار اثرات مرتب نہ ہوں۔ جن سے لیگ کو مناصب اقتدار سے معزول ہونا پڑے۔

دولتانہ کی بددیانتی

اس خواہش کے تحت مسٹر دولتانہ نے اپنا ۷ مارچ ۱۹۵۳ء کا بیان جاری کیا۔ یہ بیان اس لحاظ سے بددیانتی پر مبنی تھا کہ یہ سیاسی اقدام تھا جو مایوسی کی حالت میں مارشل لاء کے نفاذ کو روکنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اس کا ہمارے سامنے اعتراف کیا گیا ہے۔ اس بات سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ ۱۰ مارچ کو مسٹر دولتانہ نے خود اپنا بیان واپس لے لیا۔ آخر یہ بیان ایسے وقت کیوں جاری کیا گیا تھا۔ جب مسٹر دولتانہ کو معلوم تھا۔ کہ مارشل لاء نافذ کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ یا کیا جانے والا ہے؟ اس کا صرف یہی جواب ہو سکتا ہے کہ یہ صرف عوام میں ہردلعزیز رہنے کی خواہش تھی۔ جس سے مجبور ہو کر یہ قدم اٹھایا گیا۔ مسٹر دولتانہ نے اس کی طرف رتی بھر توجہ نہ دی کہ اس بیان سے پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ اور مرکزی حکومت کو انتہائی الجھن پیدا ہوگی۔ جو واقعی پیدا ہوئی۔ مرکزی حکومت خود انتہائی دشواریوں میں مبتلا ہو۔ مسٹر دولتانہ نے یہ خیال کیا کہ انہیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے وہ ہردلعزیز ہو سکیں۔

اخبارات

ہم نے اس رپورٹ میں اخبارات کی سرگرمیوں کو بڑی تفصیل سے بیان کر کے ان پر تبصرہ کیا ہے اس سلسلہ میں بدترین مجرم "آزاد" "زمیندار" "احسان" "آفاق" اور "مغربی پاکستان" تھے۔ ان میں اول الذکر خالص احراری اخبار تھا۔ لیکن دوسرے چاروں اخبار یقیناً حکومت سے متاثر ہو سکتے تھے کیونکہ انہیں حکومت سے کثیر امداد ملتی تھی "آفاق" تو عملاً مسٹر دولتانہ کا اپنا اخبار تھا۔ بہرصورت یہ مسٹر نور احمد کی ذاتی نگرانی اور کنٹرول میں تھا جو محکمہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر ہونے کی حیثیت میں پالیسی کے امور میں مسٹر دولتانہ کے کنٹرول میں تھے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی طرح ہم بھی تصور نہیں کر سکتے کہ اس طویل مدت میں یہ اخبارات کس نوعیت سے اور کتنی کیت میں مواد پیش کر رہے تھے۔ اگر یکم جون کے "آفاق" کا مضمون تحریک کے متعلق سابقہ رویہ کا آئینہ دار ہے۔ تو اس وقت تک وہ اس تنازع کے متعلق معقول رویہ پر عمل پیرا تھا۔ لیکن اوائل جولائی میں اس کی پالیسی میں اچانک تبدیلی ہوئی اور وہ : صرف ایجی ٹیشن پر غیر معمولی توجہ مبذول کرنے لگا بلکہ اس مسئلہ پر اس کے نظریات بالکل بدل گئے اور اس کی پالیسی اور استدلال میں مسلم لیگ کی قرارداد اور مسٹر دولتانہ کی تقاریر سے کامل ہم آہنگی جھلکنے لگی۔ غالباً اس نے اپنے نظریات قرارداد اور تقاریر سے مستعار لئے۔ لیکن اسبات کا انتہائی امکان ہے۔ اگر اس کی براہ راست شہادت موجود نہیں اگر مسٹر دولتانہ اور میر نور احمد جو اس اخبار کی پالیسی کو کنٹرول کر رہے تھے۔ کچھ اشتراک عمل تھا۔ اور ان کا یہ مقصد تھا کہ طوفان کا رخ کراچی کی طرف پھیر دیا جائے بہرصورت یہ ان مضامین کا قدرتی اثر تھا کہ جو اس اخبار نے ۲۷ جولائی کی صوبہ مسلم لیگ کی قرارداد کے بعد لکھے

"زمیندار" کی دشنام طرازی

یہ بیان کیا گیا ہے کہ زمیندار کی ہر دلعزیزی اور اشاعت احمدیوں کی مسلسل تضحیک اور ان کے خلاف دشنام طرازی کی وجہ سے تھی۔ تاہم ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ اس اخبار کو کثیر سرکاری امداد کے پیش نظر اگر ڈائریکٹر محکمہ تعلقات عامہ اس کی سرگرمیوں پر کنٹرول کرنے کی خواہش رکھتے تو یہ اپنی اس پالیسی میں اصرار کرتا۔ کیونکہ مولانا اختر علی خان اور خود مسٹر دولتانہ میں خاص تعلقات تھے "احسان" اور "مغربی پاکستان" "یقیناً" ڈائریکٹر تعلقات عامہ کی ناراضی مول لینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اول الذکر کے لئے سرکاری امداد تو محض چھپر پھاڑ کر ملنے کے مترادف تھی۔ کیونکہ اس کی قلیل اشاعت کی وجہ سے اس کے لئے امداد کافی زیادہ تھی۔ ان اخبارات نے مطالبات کے حق میں زور شور سے پراپیگنڈا جاری رکھا۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ یہ بات زیادہ سے زیادہ تسلیم کی جانے لگی کہ مطالبات کو منظور کرانے کے لئے اسبات کی ضرورت ہے کہ خواجہ ناظم الدین کو ان کا ہم خیال بنا دیا جائے یا انہیں دھمکی دے کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جائے۔

رپورٹ کے کسی پہلے حصے میں ہم نے ان مضامین کا لب لباب نقل کیا ہے۔ جو یہ اخبار اس نزاع کے بارے میں لکھتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بار بار مضامین لکھکر اور ان مطالبات کو حق بجانب ثابت کرنے کا رویہ اختیار کر کے جو غیر معمولی دلچسپی

اگر مطالبات تسلیم کر لئے جاتے تو بین الاقوامی سوسائٹی میں پاکستان کے لئے کوئی جگہ نہ رہتی

کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایجی ٹیشن کو ہوا دینا چاہتے تھے۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس کو پھیلانا چاہتے تھے۔ ان اخبارات کے کالموں میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے ان ملائوں کی حوصلہ شکنی یا تردید مقصود ہوتی۔ جو کہ اس سلسلہ میں صوبے میں رونما ہو رہے تھے طویل اور مدلل مضامین کی اشاعت جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ احمدی ایک علیحدہ فرقہ ہیں۔ ایجی ٹیشن کے متعلق حادثات و واقعات کی سنسنی خیز خبریں، ملاقاتوں کے نتائج، جلسوں کی تقریریں اور مسجدوں میں پاکیں اور منظور ہونے والی قراردادوں کا نتیجہ ایجی ٹیشن کی ترویج یا شدت ہی ہو سکتا تھا۔ اور یہ نتیجہ نہ صرف ان اخبارات کو خوب معلوم تھا بلکہ ممکن ہے ان کا مدعا بھی یہی ہو۔ اس کے بعد ان اخبارول کا اس بات پر زور دینا کہ مطالبات کو تسلیم کرنا مرکز کے حیطہ اختیار میں ہے۔ اس کا واحد نتیجہ یہی ہو سکتا تھا۔ کہ ایجی ٹیشن کا رخ کراچی کی طرف تبدیل ہو جائے۔ اس سے قبل ہم ڈائرکٹر تعلقات عامہ کے خلاف یہ الزام تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ وہ تحریک کا رخ کراچی کی جانب موڑنے والوں کے ساتھ تھے۔ اور آزاد کے سوا تمام اخبارات ڈائرکٹر تعلقات عامہ کے زیر بار تھے۔ اور اس کے اثر و نفوذ میں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ان کی پالیسی ڈائرکٹر تعلقات عامہ ہی کے باعث تھی۔ پس وہ تمام اس صورت حال کے ذمہ دار تھے۔ جو مطالبات مسترد کرنے کے بعد پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے فسادات کے بھی ذمہ دار تھے۔

واحد راستہ

خواجہ ناظم الدین کوئی قدم کیوں نہ اٹھایا؟ اس کی صرف یہی وجہ نہیں تھی۔ جیسا کہ خواجہ صاحب نے کہا ہے؛ کہ ایسا اعلان دوسرے مسلم ممالک میں موثر ثابت نہ ہوتا۔ ایسا قدم اٹھانے کے دور رس نتائج کے پیش نظر اٹھایا گیا۔ اگر مطالبات تسلیم کر لئے جاتے تو بین الاقوامی سوسائٹی میں پاکستان کے لئے کوئی جگہ نہ رہتی علما سے تصادم اور بین الاقوامی سوسائٹی سے پاکستان کے اخراج کے دو راستوں کے درمیان خواجہ ناظم الدین کے لئے صرف یہی ایک راستہ باقی رہ جاتا تھا۔ کہ وہ ملک کے نام پر اور ان عوام کے نام پر جو قحط کے خطرہ سے دوچار تھے علما سے رحم کی اپیل کرتے۔ لیکن ملک عوام اور بھوک کے دنیوی اور محض تقاضے خدا کی رضا اور حکم کے سامنے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔ علما اللہ کی رضا اور فرمان لے کر خواجہ ناظم الدین کے پاس گئے تھے۔ اسی لئے وہ اپنے مطالبات پر اڑے رہے۔ اور انہوں نے کسی کی بات نہ مانی۔ خواجہ ناظم الدین نے علما کو یاد دلایا کہ چوہدری ظفر اللہ خان کو خود قائداعظم نے ان کے عہدے پر فائز کیا تھا لہذا انہیں بانی پاکستان کے فیصلہ کا احترام کرنا چاہیئے۔ لیکن دنیا میں دوسری ہر چیز تبدیل ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی چیز تبدیل نہیں ہو سکتی تو وہ علما کے نظریات ہیں۔ دلائل و براہین ایسے نظریات کو قطعاً متاثر نہیں کر سکتیں۔

یہ شہادت بھی ملی ہے کہ خواجہ ناظم الدین نے علما میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش بھی کی۔ اور ایک پارٹی کو وزارت بھی پیش کی، خواجہ صاحب ایک محترم شخصیت ہیں اور ایسی چالیں نہیں چل سکتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سیاستدان بھی تھے۔ اور سیاسیات میں بسا اوقات انسان کی شخصیت سیاست کے تابع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علما میں بھی ایسی لائق شخصیتیں موجود ہیں جن کے عقائد میں پختگی اور جرأت موجود ہے۔ اور جنہیں دنیوی کشش متاثر نہیں کر سکتی۔ لہذا علما کو تقسیم کرنے اور رشوت دینے کی کوشش ناکام رہی چنانچہ خواجہ ناظم الدین نے دفع الوقتی کی کوششیں شروع کیں۔ اور ایک بار انہوں نے تمام عالم اسلام کے مذہبی راہ نماؤں کو جمع کرنے کا ارادہ بھی کیا تاکہ وہ انہیں اس مشکل سے نجات دلا سکیں لیکن علما کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اور وہ مزید انتظار کے لئے تیار نہیں تھے۔ لہذا انہوں نے ڈائرکٹ ایکشن کے پروگرام کا فیصلہ کیا۔

اب خواجہ ناظم الدین صاحب کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا۔ یا تو وہ علما کا چیلنج قبول کرتے ورنہ اپنے عہدہ کو خیرباد کہہ دیتے۔ انہوں نے پہلا راستہ اختیار کیا۔ اور علما کو گرفتار کر لیا گرفتاریوں سے کئی ہفتے بعد انہوں نے پارلیمنٹ میں بجٹ پر عام بحث کے دوران یہ حال ختم کرتے ہوئے کہ لاہور شہر میں مارشل لا کا نفاذ کس طرح ناگزیر ہو گیا تھا علما کے اقدام کو غیر جمہوری اور غیر اسلامی قرار دیا۔ انہوں نے یہ بتانے کی کوشش کی۔ کہ بیشتر علما ڈائرکٹ ایکشن کے خلاف تھے اور علما کے صرف احراری گروپ نے اقدام شروع کیا۔

خواجہ ناظم الدین یہ کہنے میں حق بجانب نہیں تھے کیونکہ ڈائرکٹ ایکشن کی قرارداد ۱۸ جنوری کو آل پاکستان آل مسلم پارٹیز کنونشن میں متفقہ طور پر منظور کی گئی تھی۔ اس کنونشن میں ہر مکتبہ فکر کے علما موجود تھے (گو ڈائرکٹ ایکشن کا طریق کار بعد میں طے کیا گیا) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خواجہ ناظم الدین کا ذہن واقعی اس بارے میں صاف تھا کہ ڈائرکٹ ایکشن غیر جمہوری۔ غیر اسلامی اور ملکی مفادات کے منافی ہے۔ تو انہوں نے اس سے پہلے اس وقت یہ اعلان کیوں نہ کیا۔ جب ۲۲ جنوری کو علما کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کر کے انہیں ڈائرکٹ ایکشن کا الٹی میٹم دیا تھا۔ علما نے خواجہ ناظم الدین کی طویل ملاقاتوں کی رپورٹیں تقریباً تمام اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔ جن سے عوام نے یہ تاثر حاصل کیا کہ خواجہ صاحب کو علما کے نقطۂ نظر سے ہمدردی ہے۔ جب بالآخر انہوں نے ۲۷ فروری کو مطالبات مسترد کرنے اور علما کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا۔ تو اس اقدام کے لئے انہوں نے جو وجوہ بتائے ان کا اعلان نہیں کیا گیا۔ بلکہ حکومت پنجاب کو واضح طور پر یہ ہدایت کی گئی۔ کہ وہ اس امر کا ہرگز انکشاف نہ کرے کہ یہ مرکزی حکومت کے نظریات ہیں "

"مرکزی حکومت کے ان نظریات کو صندوق راز میں رکھنے کی ہدایت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے اس کے صرف یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یا تو مرکزی حکومت کو اپنے موقف کی پختگی کا یقین نہیں تھا۔ اور یا وہ خود کو کسی ایسے اقدام سے وابستہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جو بعد ازاں غیر ہر دلعزیز ثابت ہو سکتا تھا:

(بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۳)

کے دل میں محبت الٰہی کی آگ ہے وہ دوزخ کی آگ میں نہیں ڈالا جا سکتا اگر ممکن ہوتا کہ اللہ تعالےٰ سے محبت کی چنگاری دل میں رکھنے والا دوزخ میں چلا جاتا۔ تو یقیناً دوزخ میں اس کے لئے جنت ہو جاتا۔ اور یقیناً جہنم کی آگ اس کے لئے سرد کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام

کو جب لوگوں نے آگ میں ڈالا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ ابراھیم۔ اے آگ تیرے اندر ایک اور آگ داخل ہو رہی ہے۔ اب تیرا کام یہ ہے کہ اس آگ کے مقابلہ میں سرد ہو جا۔ ابراہیمؑ کے دل میں میری

محبت کی آگ

بھڑک رہی ہے۔ اور میرے عشق کی آگ کا کوئی آگ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جس طرح

سورج کے مقابل پر شمعیں

ماند پڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح میری محبت کی آگ کے مقابلہ میں تیری آگ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ پس ابراہیم کے لئے تو سرد ہو جا۔ جس طرح انگارا کے مقابلہ میں کسی اور گرم چیز کی گرمی کم محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی محبت کی آگ ایسی شدید ہے کہ دوسری تمام آگیں اس کے مقابلہ میں سرد پڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی الہام ہے۔ آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔ کہ ہمارے دل میں تو

عشق الٰہی کی آگ

شعلہ زن ہے۔ اس آگ کے مقابلہ میں ظاہر آگ کی کیا حیثیت ہے۔ ایک گرم توا انسان کے ہاتھ کو تو جلا دیتا ہے۔ مگر انگارے کو نہیں جلا سکتا۔ اسی طرح آگ اس شخص کو نہیں جلا سکتی۔ جس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت کی آگ بھڑک رہی ہو"

(الفضل ۱۶ جون ۱۹۳۳ء)

درخواستِ دعا

ہمارے والد صاحب تقریباً ایک ماہ ہوا کہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ ان کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے ان کے ترکہ کے بارہ میں جھگڑا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور مقدمہ کی صورت بھی پیدا کر دی ہے۔

احباب کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔ احباب درد دل سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے مخالفین کو ہدایت دے اور ہمیں اس مقدمہ میں کامیابی عطا کرے۔

طالب دعا شیخ معراج الدین محمد نور الدین خیاری
بازار کسیریاں گوجرانوالہ